قرآنی ابلاغ کے امتیازی تخصصات کا جائزہ

An Overview of the Distinctive Characteristics of Qurʾānic Text

مقالہ نگار: **سنبل اشرف**

پی۔ایچ۔ڈی سکالر، لاہور کالج فار وومن یونیورسٹی، لاہور۔

hsa_rani@yahoo.com

معاون مقالہ نگار: **پروفیسر ڈاکٹر نسیم سحر صمد**

لاہور کالج فار وومن یونیورسٹی، لاہور۔

ABSTRACT

Highlighting the particulars of the Qur'anic Communication, it becomes evident that the Holly Qur'an considers the gradual aspect of caution when it comes to revealing its commandments. Man is ordered first to get mentally prepared, especially in regard to the evils that have been practiced in society for a long time, like alcoholism, usury, slavery issues, polygamy etc. Along with this, the Qur'an also deals with repetition in relation to various rules which play a fundamental role in the learning of any human being. The Qur'an adopts the way of inducement or sometimes impediment pertaining to the punishment or retribution, which makes man mentally and psychologically motivated to do good and to hate evil. The human beings are left stunned with how the Qur'an describes past events in this way as a reminder and advice. And it adds into the belief of people with predicting the future. These accessories are very effective for the human psyche and operative in mindfulness.

Keywords: Characteristics, Instruction Strategy, Inducement & Impediment, Rationality, Repetition of Commandments, Gradual.

سابقہ مواد کا تحقیقی مطالعہ: سابقہ مواد کا تحقیقی مطالعہ کرنے سے یہ بات سامنے آتی ہے کہ قرآن کریم کی دعوت پر کافی کام ہو چکا ہے اور اس کے ابلاغی پہلوؤں مثلاً حکمت، موعظۃ الحسنۃ، مجادلہ بالاحسن، قول لین، اعراض اور قول بلیغ اور تیسیر و تبشیر وغیرہ پر اس سے قبل کافی کام ہو چکا ہے۔اس ضمن میں مختلف کتب مثلاً تعلیمات نبوی ﷺ اور جدید علم نفسیات از مولانا ہارون معاویہ، قرآن کا تصور انسان از ڈاکٹر خالد علوی، القرآن اور علم النفس از محمد عثمان نجاتی، تبلیغ و دعوت کا معجزانہ اسلوب از مولانا ابوالحسن ندوی، کتاب النفس والروح از امام رازی، سطعات، تفہیمات الٰہیہ، ہمعات، الطاف القدس از شاہ ولی اللہ محدث دہلوی وغیرہ میں دعوۃ، منہاج و مراحل اور کسی حد تک انسانی نفسیات پر مباحث موجود ہیں۔علاوہ ازیں کچھ مقالات جیسے "رسول اکرم ﷺ کے طریق

دعوت میں انسانی نفسیات کا لحاظ"پی۔ایچ۔ڈی 2005ڈاکٹر محمد سجاد،"انبیاء اکرام کی تبلیغی سرگرمیاں ازروئے قرآن"ایم فل علومِ اسلامیہ1965ء شہناز اختر،"تبلیغِ دین کا قرآنی تصور"1967ء نسرین گل وغیرہ بھی احاطۂ تحریر میں لائے گئے۔ان میں بھی تبلیغ و دعوۃ کے اسالیب و امور اور انبیاء کرامؑ کے دعوۃ کے ضمن میں اختیار کردہ طُرق و اسالیب پر روشنی ڈالی گئی ہے۔لیکن اس کے ابلاغ کے ضمن میں نفسیاتی اہمیت جو کہ اعجاز کی حد تک ہے اس پر خصوصی طور پہ کام نہیں ہوا لہٰذا قرآنی ابلاغ کے اس پہلو پر کام کرنے کی ضرورت ہے کہ اس ابلاغ کے خدوخال اور آداب کس قدر انسانی نفسیات واذہان کو مدنظر رکھ کر مرتب شدہ ہیں۔

قرآن کے ابلاغی پہلو درجہ ذیل ہیں۔

1: تربیتی لائحہ عمل

زندگی کے بالکل ابتدائی مرحلہ میں انسان بہت ساری عادات اور طرزِ عمل اپنے والدین اور بھائیوں کی نقل و تقلید کر کے سیکھتا ہے مثلاً زبان سیکھنے کے عمل میں والدین اور اہلِ خانہ جو آواز اور صوتی ٹکڑے بار بار بچے کے سامنے دہراتے ہیں ان کی نقل کر کے بچہ سیکھتا ہے اسی طرح ماں، باپ اور بھائی، بہن بچوں کو کھڑا کرتے اور پاؤں کو حرکت دینا اور چلنا سکھاتے ہیں جس سے بچہ چلنا سیکھتا ہے اسی طرح انسان اپنے خاندان کی نقل و تقلید کر کے بہت ساری عادات اور افعال سیکھتا ہے۔ قرآن حکیم ایک مثال سے واضح کرتا ہے کہ انسان تقلید کے ذریعے کیسے سیکھتا ہے وہ بتاتا ہے کہ جب قابیل نے اپنے بھائی ہابیل کو قتل کر دیا تھا اور سمجھ میں نہیں آیا کہ اس کی لاش کے ساتھ کیا معاملہ کرے تو اللہ تعالیٰ نے ایک کوّا بھیجا جس نے زمین کھود کر دوسرے مردہ کو اس میں دفن کر دیا یہ دیکھ کر قابیل نے اپنے بھائی کی لاش چھپانے کا طریقہ سیکھا ارشاد ربانی ہے: {فَبَعَثَ اللَّهُ غُرَابًا يَبْحَثُ فِي الْأَرْضِ لِيُرِيَهُ كَيْفَ يُوَارِي سَوْءَةَ أَخِيهِ قَالَ يَا وَيْلَتَا أَعَجَزْتُ أَنْ أَكُونَ مِثْلَ هَذَا الْغُرَابِ فَأُوَارِيَ سَوْءَةَ أَخِي فَأَصْبَحَ مِنَ النَّادِمِينَ}[1]

"پھر اللہ تعالیٰ نے ایک کوّا بھیجا جو زمین کھودنے لگا تا کہ اسے بتائے کہ اپنے بھائی کی لاش کیسے چھپائے وہ دیکھ کر بولا افسوس مجھ پر! میں اس کوّے جیسا بھی نہیں ہو سکا کہ اپنے بھائی کی لاش چھپانے کا طریقہ نکال سکتا اس کے بعد وہ اپنے کیئے پر بہت پچھتایا"۔

چونکہ انسان اپنے مزاج میں تقلید کا رجحان رکھتا ہے اور اس کے ذریعے بہت کچھ سیکھتا ہے اس لیے تعلیم و تربیت کے لیئے اسوۂ حسنہ اور عمدہ نمونہ کی بہت اہمیت ہے حضور نبی کریم ﷺ کی ذات اقدس صحابہ کرامؓ کے لئے اسوۂ حسنہ اور بہترین نمونہ تھی۔ صحابہ کرامؓ آپ ﷺ سے عبادات کے طریقے سیکھتے وہ آپ ﷺ کو وضو کرتے دیکھتے، نماز پڑھتے، شعائرِ حج ادا کرتے دیکھتے پھر اسی طرح خود بھی عمل کرتے۔ حضرت ابو حازمؓ سے مروی ہے کہ ایک مرتبہ حضور نبی کریم ﷺ نے منبر پر نماز ادا کی نماز سے فارغ ہو کر لوگوں کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا:

"لوگو میں نے اس لئے ایسا کیا تا کہ تم میری اقتداء کرواور مجھ سے نماز سیکھو"۔[2]

صحابہ کرامؓ نے آپ ﷺ کی ذات مبارکہ سے نہ صرف شعائر عبادات سیکھتے بلکہ حسن کردار، مکارم اخلاق اور عام انسانی معاملات کے آداب بھی سیکھتے اسی لئے قرآن کریم میں یہ ارشاد ہوتا ہے:

{لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِّمَن كَانَ يَرْجُو اللَّهَ وَالْيَوْمَ الْآخِرَ وَذَكَرَ اللَّهَ كَثِيراً}[3]

یقیناً اللہ تعالیٰ کے رسول (محمد ﷺ) کی زندگی میں تمہارے لئے بہترین نمونہ ہے ایسے شخص کے لئے جسے اللہ تعالیٰ سے ملنے کی امید اور قیامت کے آنے کی امید ہو اور وہ اللہ تعالیٰ کا ذکر (کثرت) سے کرتا ہو"۔

قرآن کریم نے مسلمانوں کو حکم دیا کہ حضرت ابراہیمؑ اور ان کے ساتھیوں کی طرح مشرکین سے اپنی براءت کا اظہار کریں اور ان کی ہی طرح اپنے مشرک رشتہ داروں سے گہری دوستی نہ رکھیں ارشاد ربانی ہے: {قَدْ كَانَتْ لَكُمْ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ فِي إِبْرَاهِيمَ وَالَّذِينَ مَعَهُ إِذْ قَالُوا لِقَوْمِهِمْ إِنَّا بُرَاءوا مِنكُمْ وَمِمَّا تَعْبُدُونَ مِن دُونِ اللَّهِ كَفَرْنَا بِكُمْ وَبَدَا بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمُ الْعَدَاوَةُ وَالْبَغْضَاء أَبَدًا حَتَّى تُؤْمِنُوا بِاللَّهِ وَحْدَهُ إِلَّا قَوْلَ إِبْرَاهِيمَ لِأَبِيهِ لَأَسْتَغْفِرَنَّ لَكَ وَمَا أَمْلِكُ لَكَ مِنَ اللَّهِ مِن شَيْءٍ رَّبَّنَا عَلَيْكَ تَوَكَّلْنَا وَإِلَيْكَ أَنَبْنَا وَإِلَيْكَ الْمَصِيرُ}[4]

"تمہارے لئے ابراہیمؑ اور ان کے پیروکاروں کی زندگی نمونہ ہے جب انہوں نے اپنی قوم کے لوگوں سے کہا کہ ہم تم سے اور جن کو تم سوائے اللہ تعالیٰ کے پوجتے ہو ان سے بے تعلق ہیں، اور تمہارے معبودوں کے کبھی قائل نہیں ہو سکتے اور جب تک تم خدائے واحد پر ایمان نہ لاؤ ہم میں اور تم میں کھلم کھلا عداوت اور دشمنی رہے گی، ہاں ابراہیم ﷺ نے اپنے باپ سے یہ ضرور کہا کہ میں آپ کے لئے اپنے رب سے مغفرت مانگوں گا اور میں اللہ تعالیٰ کے سامنے آپ کے معاملے میں کسی بات کا اختیار نہیں رکھتا، اے ہمارے رب تجھی پر ہمارا بھروسہ ہے اور تیری ہی طرف ہم رجوع کرتے ہیں اور تیرے ہی حضور ہمیں لوٹ کر آنا ہے"۔

اسوۂ حسنہ کی پیروی سے حسنِ سلوک اور مکارم اخلاق کی تعلیم حاصل ہوتی ہے جس طرح غلط آئیڈیل سے غلط سلوک اور برے اخلاق سیکھے جاتے ہیں حضور نبی کریم ﷺ کے دور میں جو فکری جمود تھا اس کے پس منظر میں باپ دادا کی اتباع اور ان کے رسوم و اطوار کی پابندی تھی بلکہ یہی چیز تمام ادوار مین انبیاء کرامؑ کی دعوت قبول کرنے میں رکاوٹ بنتی رہی ہے۔

2: ترغیب وترہیب

تعلیم و تربیت کے لئے محرک مرکزی کردار کی سی حیثیت رکھتا ہے اگر کسی مخصوص مقصد کے حصول کا محرک موجود ہو اور مناسب ماحول فراہم ہو تو مقصد تک رسائی کے درست طریقے سیکھنے کے لئے انسان مطلوبہ جدوجہد صَرف کرنے کے لئے تیار ہو جاتا ہے قرآن کریم جب مخاطبین کو مدعو کرتا ہے تو اپنے ابلاغ میں ایک طاقتور محرک کو بھی مدّنظر رکھتا ہے جو کہ ترغیب و ترہیب ہے۔جب

انسان کے اندر کسی مقررہ مقصد کے حصول کے لئے طاقتور محرک موجود ہوتا ہے تو اس مقصد کا حصول ثواب اور اجر محسوس ہوتا ہے جس سے لذت، مسرت اور خوشی محسوس ہوتی ہے اور مقصد میں ناکامی ایک قسم کی سزا محسوس ہوتی ہے جو کہ تکلیف، تنگی اور ناپسندیدگی کا احساس پیدا کرتی ہے۔ انسان اور حیوان فطری طور پر ایک ایسی چیز کی طرف مائل ہوتے ہیں جو کہ ان کے لئے لذت انگیز ہو اور الم انگیز چیز سے ان کی طبیعت میں نفور پیدا ہوتا ہے، اسی طرح فطری طور پر انسان ایسے مؤقف و اعمال سیکھنے کا رجحان و میلان رکھتا ہے جو کہ ذریعہ حصول ثواب ہوں اور ان امور و افعال سے گریزاں ہوتا ہے جو کہ ناکامی اور سزا کا مؤجب ہوں۔ ماہرین نفسیات کی جانب سے کئے گئے متعدد تجربات سے اس حقیقت کا ثبوت ملتا ہے۔ قرآن حکیم نے عقیدۂ توحید کا ابلاغ کرتے ہوئے انسانی نفس کے محرکات کو ابھارا ہے اس ثواب کی ترغیب دی ہے جس سے مومنین جنت میں فیضیاب ہوں گے اور جہنم کے عذاب الیم سے ڈرایا ہے جس سے کفار دوچار ہوں گے، بنیادی طور پر جنت کی نعمتوں کا شوق انگیز تذکرہ دلوں میں ان کے حصول کا جذبہ جگاتا ہے اور انہیں تقویٰ اور عبادات میں اخلاص، عمل صالح، جہاد فی سبیل اللہ اور مرضیاتِ الٰہی سے آراستگی پر ابھار کر جنت کے مکیں بن جانے کی امید ان میں پیدا کرتا ہے۔ جہنم کے عذاب، سزا کا تذکرہ اور عذاب الیم کی ہیبت اور دہشت دلوں میں پیدا کرتا ہے جو کہ مشرکین، منافقین اور احکامِ الٰہی کے نافرمانوں کے لئے مقرر ہے اور انہیں گناہ، معصیت اور منہیاتِ الٰہی سے گریز پر ابھار کر جہنم کے عذاب سے نجات کی امید قلوب میں پیدا کرتا ہے۔

قرآن کریم تنہا ترغیب پر اکتفا نہیں کرتا اور نہ تنہا ترہیب پر اکتفا کرتا ہے بلکہ عذابِ الٰہی کا خوف اور رحمتِ الٰہی، ثواب کی امید دونوں سے کام لیتا ہے انبیاء و صلحاء کے ذکر میں بھی قرآن کریم اسی امر کی وضاحت کرتا ہے۔

{فَاسْتَجَبْنَا لَهُ وَوَهَبْنَا لَهُ يَحْيَى وَأَصْلَحْنَا لَهُ زَوْجَهُ إِنَّهُمْ كَانُوا يُسَارِعُونَ فِي الْخَيْرَاتِ وَيَدْعُونَنَا رَغَبًا وَرَهَبًا وَكَانُوا لَنَا خَاشِعِينَ} [5]

"تو ہم نے ان کی پکار سن لی اور ان کو یحیٰ بخشا اور ان کی بیوی کو اولاد کے قابل بنا دیا، یہ لوگ لپک لپک کو نیکیاں کرتے ہیں ہمیں امید اور خوف سے پکارتے ہیں اور ہمارے آگے عاجزی کرتے ہیں"۔

{تَتَجَافَى جُنُوبُهُمْ عَنِ الْمَضَاجِعِ يَدْعُونَ رَبَّهُمْ خَوْفًا وَطَمَعًا وَمِمَّا رَزَقْنَاهُمْ يُنفِقُونَ} [6]

"ان کے پہلو بستروں سے الگ رہتے ہیں اور وہ اپنے رب کو امید اور خوف سے پکارتے ہیں اور جو مال ہم نے ان کو دیا ہے اس میں سے خرچ کرتے ہیں"۔

خوف اور امید کا یہ امتزاج اسلامی نظامِ زندگی، اس کے عقائد، اقدار اور نئے اسالیب پر غور کرنے اور انہیں سیکھنے کا طاقتور محرک مسلمانوں کے اندر بہت آسانی سے پیدا کرتا ہے مثلاً مندرجہ ذیل آیات مبارکہ میں اہل ایمان کے لئے جنت کی بشارت اور اہل کفر کے لئے آخرت میں عذاب و سزا کا ذکر ہے۔

{بَلَى مَن كَسَبَ سَيِّئَةً وَأَحَاطَتْ بِهِ خَطِيئَتُهُ فَأُوْلَئِكَ أَصْحَابُ النَّارِ هُمْ فِيهَا خَالِدُونَ---وَالَّذِينَ آمَنُواْ وَعَمِلُواْ الصَّالِحَاتِ أُولَئِكَ أَصْحَابُ الْجَنَّةِ هُمْ فِيهَا خَالِدُونَ} [7]

"کیوں نہیں جس نے گناہ کمایا اور اسے اس کے گناہ نے گھیر لیا سو وہی دوزخ کے رہنے والے ہیں وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے۔اور جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے نیک عمل کئے وہی جنت کے رہنے والے ہیں وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے"۔

{لاَ يَغُرَّنَّكَ تَقَلُّبُ الَّذِينَ كَفَرُواْ فِي الْبِلاَدِ---مَتَاعٌ قَلِيلٌ ثُمَّ مَأْوَاهُمْ جَهَنَّمُ وَبِئْسَ الْمِهَادُ---لَكِنِ الَّذِينَ اتَّقَوْاْ رَبَّهُمْ لَهُمْ جَنَّاتٌ تَجْرِي مِن تَحْتِهَا الأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا نُزُلاً مِّنْ عِندِ اللهِ وَمَا عِندَ اللهِ خَيْرٌ لِّلأَبْرَارِ} [8]

"اے نبی ﷺ دنیا کے ملکوں میں اللہ تعالیٰ کے نافرمان لوگوں کی چلت پھرت تمہیں کسی دھوکے میں نہ ڈال دے۔ یہ محض چند روزہ زندگی کا تھوڑا سا لطف ہے پھر یہ سب جہنم میں جائیں گے جو کہ بدترین ٹھکانہ ہے۔ لیکن جن لوگوں نے اپنے رب کا تقویٰ اختیار کیا ان کے لئے ایسے باغ ہوں گے جن کے نیچے نہریں بہتی ہوں گی اور وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے پہلی مہمانی ہوگی اور جو ابدی نعمتیں اللہ تعالیٰ کے پاس ہیں وہ اس کے وفادار بندوں کے لئے بہت بہتر ہیں"۔

قرآن حکیم بنی نوع انسان سے ابلاغ کرتے ہوئے ان کے لئے دو طاقتور محرک پیش کرتا ہے، ایک محرک انہیں اللہ تعالیٰ پر ایمان، عبادات کی ادائیگی، احکام کی بجاآوری اور احکام شریعت پر عمل کرنے کے لئے آمادہ کرتا ہے اور دوسرا انہیں گناہ و معاصی اور منہیات شریعت سے دور رکھتا ہے یہ دو طاقتور، یکساں اور کامل مقصد رکھنے والے محرکات انسان کو ایسا بنا دیتے ہیں کہ وہ اللہ تعالیٰ و رسول ﷺ کی مکمل اطاعت، تمام فرائض اور ذمہ داریوں کی ادائیگی اور تمام ممنوع کردہ چیزوں سے دوری کے لئے تیار ہو جاتا ہے۔

3: امثلہ قرآن کریم

قرآن حکیم نے اپنے ابلاغ میں انسانوں کو تحریک دینے کے لئے قصص کو اہم وسیلہ بنایا ہے قرآن حکیم میں جہاں کہیں بھی مختلف قصوں کا ذکر آتا ہے وہاں قرآن حکیم کا انداز ایک مؤرخ کا سا نہیں ہوتا بلکہ ان کے ذریعے انسان کے اندر عبرت و نصیحت کے جذبات پیدا کرنا مقصود ہوتا ہے جیسا کہ قصے سننے والوں کے اندر شوق اور قصے کے واقعات کا جائزہ، مطالعہ کی جانب توجہ پیدا کرتے ہیں، قصوں کے ذریعے عقائد سے متعلق دینی مقاصد اور عبرت و حکمت کی جو تعلیم قرآن حکیم انسانوں کو دینا چاہتا ہے انہیں بھی درمیان میں بیان کرتا چلا جاتا ہے ارشاد ربانی ہے:

{لَقَدْ كَانَ فِي قَصَصِهِمْ عِبْرَةٌ لِّأُوْلِي الأَلْبَابِ} [9] "اگلے لوگوں کے ان قصوں میں عقل و ہوش رکھنے والوں کے لئے عبرت ہے"۔ سید قطب لکھتے ہیں: قرآنی قصوں کے اندر ایسا حسن و جمال پایا جاتا ہے جو کہ دلوں کی گہرائیوں میں اور وجدان کے اندر دینی مقاصد کو اتارتا چلا جاتا ہے کچھ قصوں میں قرآن کریم کا اسلوب یہ ہوتا ہے کہ ابتداء وہ قصہ کا خلاصہ بیان کر دیتا ہے پھر تفصیل کے ساتھ ابتداء سے انتہا تک قصہ سناتا ہے، اصحاب کہف کے قصے میں یہی اسلوب اپنایا گیا ہے، تفصیلات میں جانے سے قبل قصہ کا خلاصہ

بیان کرنے سے سننے والوں کے اندر مزید شوق اور تفصیلات کی جانب توجہ واہتمام پیدا ہو جاتا ہے۔ کچھ قصوں میں سب سے پہلے قصہ کا نتیجہ اور روح بیان کر دی جاتی ہے پھر تفصیلات بتائی جاتی ہیں، سورۃ القصص میں حضرت موسیٰؑ کا قصہ اس کی مثال ہے یہ اسلوب بھی شوق کو انگیز کرتا ہے اور نتیجہ کی وجہ جاننے کے لئے تفصیلات کی طرف جانے کا جذبہ پیدا کرتا ہے۔[10]

عبد الفتاح لکھتے ہیں: محرک اور توجہ کو ابھارنے میں اہم واقعات اور حوادث بھی بہت اہم رول ادا کرتے ہیں جو وجدان انگیز، توجہ خیز اور مؤثر ہوا کرتے ہیں، اور عموماً جو لوگوں کی زندگی میں جب پیش آتے ہیں تو لوگ ان سے عبرت پذیری کے لئے پوری طرح تیار ہوتے ہیں، قرآن کریم نے بھی ایسے واقعات بیان کئے ہیں جو مسلمانوں کی عبرت پذیری کے لئے پیش آرہے تھے اور ان مواقع پر مسلمان فطری طور پر بیدار اور نصیحت و عبرت قبول کرنے کے لئے تیار ہوا کرتے تھے۔ غزوۂ حنین کا واقعہ اس کی مثال ہے مسلمانوں کو جب اپنی کثرت، تعداد، قوت کا زعم ہو گیا اور کفار کا مقابلہ، اپنی فتح، نصرت کا یقین واطمینان کرنے لگے اور یہ بھول گئے کہ نصرت تو صرف پابند مشیت الٰہی ہے، تو اللہ تعالیٰ نے انہیں سکھانا چاہا کہ کثرت تعداد یقینی طور پر کامیابی کی ضمانت نہیں ہے، نصرت وکامیابی سے تو اللہ تعالیٰ اپنے ایمان والے اور تقویٰ شعار بندوں کو سرفراز فرماتا ہے، خواہ ان کی تعداد تھوڑی ہی کیوں نہ ہو۔[11]

{لَقَدْ نَصَرَكُمُ اللّهُ فِي مَوَاطِنَ كَثِيرَةٍ وَيَوْمَ حُنَيْنٍ إِذْ أَعْجَبَتْكُمْ كَثْرَتُكُمْ فَلَمْ تُغْنِ عَنكُمْ شَيْئًا وَضَاقَتْ عَلَيْكُمُ الأَرْضُ بِمَا رَحُبَتْ ثُمَّ وَلَّيْتُم مُّدْبِرِينَ---ثُمَّ أَنَزلَ اللّهُ سَكِينَتَهُ عَلَى رَسُولِهِ وَعَلَى الْمُؤْمِنِينَ وَأَنزَلَ جُنُودًا لَّمْ تَرَوْهَا وَعذَّبَ الَّذِينَ كَفَرُواْ وَذَلِكَ جَزَاء الْكَافِرِينَ}[12]

4: تکرار احکام

محمد عثمان نجاتی تکرار احکام کی حکمت کو کچھ یوں واضح کرتے ہیں: کچھ مخصوص افکار وآراء جب بار بار ذکر کئے جاتے ہیں تو ذہنوں کے اندر وہ پیوست ہو جاتے ہیں۔ جدید ماہرین نفسیات کی تحقیقات نے بھی تعلم کے اندر تکرار کی اہمیت بتائی ہے، تجارتی اور صنعتی ادارے بھی کسی خیال وفکر کو ذہنوں میں اتار دینے کے عمل میں تکرار واعادہ کی اہمیت کو پوری طرح محسوس کرتے ہیں اور اپنے تجارتی سامان کو پھیلانے کے لئے اشتہارات واعلانات پر خطیر رقم صرف کرتے ہیں جس کے ذریعے مخصوص افکار کو لوگوں کے سامنے بار بار پیش کر کے ان کی پسند اور رجحان پر اثر انداز ہوتے ہیں۔ قرآن کریم بھی عقیدہ اور غیبی امور سے متعلق جن چیزوں کو اذہان میں اتار دینا چاہتا ہے، بار بار انہیں پیش کرتا ہے۔ توحید، تمام مذاہب میں اللہ تعالیٰ کی اُلوہیت، دوبارہ زندگی پر ایمان، قیامت کے دن حساب اور آخرت میں ثواب وعقاب جیسے امور کو قرآن کریم بار بار ذکر کرتا ہے تاکہ لوگوں کے اذہان میں پیوست ہو جائیں۔ عقیدۂ توحید کے تکرار کی مثال دیکھیں کہ سورۃ النمل میں جو مکی سورۃ ہے، میں ایک ہی جملہ ''کیا اللہ تعالیٰ کے ساتھ کوئی دوسرا خدا بھی ہے؟'' پانچ مرتبہ لایا گیا ہے تاکہ حقیقت دلوں میں جاگزیں ہو جائے۔[13]

{أَمَّنْ خَلَقَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ وَأَنزَلَ لَكُم مِّنَ السَّمَاء مَاء فَأَنبَتْنَا بِهِ حَدَائِقَ ذَاتَ بَهْجَةٍ مَّا كَانَ لَكُمْ أَن تُنبِتُوا شَجَرَهَا

أَإِلَهٌ مَّعَ اللَّهِ بَلْ هُمْ قَوْمٌ يَعْدِلُونَ--أَمَّن جَعَلَ الْأَرْضَ قَرَارًا وَجَعَلَ خِلَالَهَا أَنْهَارًا وَجَعَلَ لَهَا رَوَاسِيَ وَجَعَلَ بَيْنَ الْبَحْرَيْنِ حَاجِزًا أَإِلَهٌ مَّعَ اللَّهِ بَلْ أَكْثَرُهُمْ لَا يَعْلَمُونَ--أَمَّن يُجِيبُ الْمُضْطَرَّ إِذَا دَعَاهُ وَيَكْشِفُ السُّوءَ وَيَجْعَلُكُمْ خُلَفَاءَ الْأَرْضِ أَإِلَهٌ مَّعَ اللَّهِ قَلِيلًا مَّا تَذَكَّرُونَ--أَمَّن يَهْدِيكُمْ فِي ظُلُمَاتِ الْبَرِّ وَالْبَحْرِ وَمَن يُرْسِلُ الرِّيَاحَ بُشْرًا بَيْنَ يَدَيْ رَحْمَتِهِ أَإِلَهٌ مَّعَ اللَّهِ تَعَالَى اللَّهُ عَمَّا يُشْرِكُونَ--أَمَّن يَبْدَأُ الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيدُهُ وَمَن يَرْزُقُكُم مِّنَ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ أَإِلَهٌ مَّعَ اللَّهِ قُلْ هَاتُوا بُرْهَانَكُمْ إِن كُنتُمْ صَادِقِينَ}[14]

توحید اور ایک خدا کی عبادت کی دعوت سورۃ ھود کے اندر جو مکی سورۃ ہے، چار مرتبہ بیان ہوئی ہے، اپنی اپنی قوموں کے سامنے انبیاء کرامؑ و سابقین کی دعوت توحید کو قرآن حکیم بیان کرتا ہے حضرت نوحؑ کی اپنی قوم کو دعوت توحید کا تذکرہ ملتا ہے ارشاد ربانی ہے: {وَلَقَدْ أَرْسَلْنَا نُوحًا إِلَى قَوْمِهِ إِنِّي لَكُمْ نَذِيرٌ مُّبِينٌ--أَن لاَّ تَعْبُدُواْ إِلاَّ اللّهَ--}[15]"(اور ایسے ہی حالات تھے) جب ہم نے نوح کو ان کی قوم کی طرف بھیجا تھا (اس نے کہا) میں تو لوگوں کو صاف صاف خبردار کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کی بندگی نہ کرو"۔ پھر قرآن کریم حضرت ھودؑ، حضرت صالحؑ اور حضرت شعیبؑ کی اپنی اپنی قوم کو دعوت توحید کا ذکر کرتا ہے ایک ہی جملہ ایک سورۃ میں تین بار لوٹ کر آتا ہے، ارشاد ربانی ہے: {وَإِلَى عَادٍ أَخَاهُمْ هُودًا قَالَ يَا قَوْمِ اعْبُدُواْ اللّهَ مَا لَكُم مِّنْ إِلَهٍ غَيْرُهُ إِنْ أَنتُمْ إِلاَّ مُفْتَرُونَ }[16]

"اور عاد کی طرف ہم نے ان کے بھائی ہود کو بھیجا اس نے کہا اے برادران قوم! اللہ تعالیٰ کی بندگی کرو تمہارا کوئی خدا اس کے سوا نہیں ہے"۔

{وَإِلَى ثَمُودَ أَخَاهُمْ صَالِحًا قَالَ يَا قَوْمِ اعْبُدُواْ اللّهَ مَا لَكُم مِّنْ إِلَهٍ غَيْرُهُ هُوَ أَنشَأَكُم مِّنَ الأَرْضِ وَاسْتَعْمَرَكُمْ فِيهَا فَاسْتَغْفِرُوهُ ثُمَّ تُوبُواْ إِلَيْهِ إِنَّ رَبِّي قَرِيبٌ مُّجِيبٌ}[17]

"اور ثمود کی طرف ہم نے ان کے بھائی صالح کو بھیجا اس نے کہا، اے میری قوم کے لوگو! اللہ تعالیٰ کی بندگی کرو، اس کے سوا تمہارا کوئی خدا نہیں ہے"۔

{وَإِلَى مَدْيَنَ أَخَاهُمْ شُعَيْبًا قَالَ يَا قَوْمِ اعْبُدُواْ اللّهَ مَا لَكُم مِّنْ إِلَهٍ غَيْرُهُ وَلاَ تَنقُصُواْ الْمِكْيَالَ وَالْمِيزَانَ إِنِّيَ أَرَاكُم بِخَيْرٍ وَإِنِّيَ أَخَافُ عَلَيْكُمْ عَذَابَ يَوْمٍ مُّحِيطٍ}[18]

"اور مدین والوں کی طرف ہم نے ان کے بھائی شعیب کو بھیجا اس نے کہا، اے میری قوم کے لوگو! اللہ تعالیٰ کی بندگی کرو، اس کے سوا تمہارا کوئی خدا نہیں ہے"۔

عبد الوہاب حمودہ لکھتے ہیں: قرآن کریم نے انبیاء کرامؑ کے قصے بار بار بیان کر کے اذہان میں یہ حقیقت راسخ کرنے کی کوشش کی ہے کہ تمام مذاہب اللہ تعالیٰ کی جانب سے ہیں، تاریخ کے مختلف ادوار میں لوگوں کی ہدایت، دعوت، توحید اور ممانعت شرک کے لئے اللہ

تعالیٰ نے انبیاء کرامؑ بھیجے، ان کا تذکرہ کر کے کفار قریش کو بتایا گیا کہ انبیاء کرامؑ کی تکذیب کی وجہ سے گزشتہ اقوام کا کیا انجام ہوا، اور رسول اللہ ﷺ کی تکذیب پر خود ان کا کیا انجام ہوگا۔[19]

ڈاکٹر عثمان نجاتی لکھتے ہیں: سورۃ مرسلات بھی ایک مکی سورۃ ہے اس میں ایک جملہ ''تباہی ہے اس روز جھٹلانے والوں کے لئے'' دس مرتبہ آیا ہے، اسی سورۃ میں اللہ تعالیٰ نے اپنی نعمتوں اور سزاؤں کا تفصیل سے ذکر کیا، ہر نعمت کی یاد دہانی اور ہر سزا کی تذکیر کے بعد مذکورہ جملہ دہرایا گیا ہے تاکہ ان نعمتوں اور سزاؤں کا تصور دلوں میں جاگزیں ہو جائے اور کفر و تکذیب سے انہیں محفوظ رکھے، اس کے علاوہ خود یہ اسلوب انتہائی مؤثر اور اپیل کرنے والا ہوا کرتا ہے، اہل عرب کے کلام اور اشعار میں اس کا بکثرت رواج ہے۔ قرآن کریم کی بہت ساری آیات میں دوبارہ اٹھائے جانے، قیامت کے دن، یوم حساب، جنت کی نعمتیں، جہنم کے عذاب، حضرت آدمؑ کی تخلیق اور ابلیس کی ان دونوں سے دشمنی کے تذکرے بار بار آئے ہیں ان سے قرآنی ابلاغ کا مقصود دلوں میں ایمان کی پختگی، عقائد، عبرت اور نصیحت کی جاگزینی ہے۔ قصوں کی تکرار میں ایسا نہیں ہے کہ مکمل قصے دہرائے گئے ہیں، بلکہ سورۃ کے سیاق و مفہوم کی مناسبت سے قصہ کا کچھ حصہ دہرایا گیا ہے، اور جب بھی قصہ کا کوئی ٹکڑا بیان کیا گیا ہے، عموماً اس کے اندر کوئی ایسی نئی چیز بھی لائی گئی ہے جو پہلے بیان نہیں ہوئی تھی، الفاظ میں کچھ تبدیلی یا جملوں میں تقدیم و تاخیر کر کے قصہ کے تذکرے سے مقصود عبرت کو نمایاں کیا گیا ہے، قرآن کریم انبیاء کے قصے تاریخ بنا کر پیش نہیں کرتا ہے جس میں تاریخی ترتیب سے واقعات بیان ہوتے ہیں، بلکہ وہ ان واقعات کے اندر موجود عبرت و نصیحت کے پیش نظر بیان کرتا ہے اسی لئے قصے کے صرف وہ حصے بیان کرتا ہے جس سے عبرت متعلق ہوتی ہے۔[20]

تکرار سے تعلم میں پختگی پیدا ہو جاتی ہے خواہ کسی اچھی عادت کا تعلم ہو یا کسی بری عادت کا تعلم ہو کوئی غلط عادت یا برا سلوک تکرار کے نتیجے میں دلوں کے اندر مستحکم ہو جاتا ہے۔ حضور نبی کریم ﷺ اس بات کا بہت اہتمام فرمایا کرتے تھے۔

(عن انس عن النبی ﷺ:انه كَا نَ اذا تكلّم بِكلِمَةِ اَعادَها ثَلاثاً حتّی تُفهَمَ)[21]

"حضرت انسؓ حضور نبی کریم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ کوئی بات فرماتے تو اسے تین بار دہراتے تاکہ خوب سمجھ میں آجائے"۔

5: تدریج

وہ رواج جو کسی قوم میں عرصہ دراز سے چلتے آرہے ہوں تو پھر اس سے نجات بہت سے لوگوں کے لئے آسان نہیں ہوا کرتی کیونکہ اس کے لئے پختہ ارادہ، سخت جدوجہد اور طویل محنت کی ضرورت ہوتی ہے جو بیشتر لوگوں کے بس کی بات نہیں ہوتی اس لئے غلط

عادات ورسوم سے نجات کا آسان اور بہتر طریقہ یہ ہے کہ بتدریج اور رفتہ رفتہ ان سے علیحد گی اختیار کی جائے۔ قبل از اسلام عربوں کے اندر بھی بعض غلط عادات واعمال گھر کئے ہوئے تھے۔ دعوت اسلامی کے ابتدائی مرحلہ میں مسلمانوں سے ان عادات سے علیحد گی کا مطالبہ آسان نہ تھا تو ان غلط عادات کے علاج میں قرآن کریم نے دو طریقے اپنائے۔ پہلا طریقہ یہ تھا کہ ان امور کی اصلاح کو مؤخر کر کے دلوں میں ایمان وعقیدہ کو مضبوط کرنے پر توجہ دے تاکہ جب عقیدہ وایمان دلوں کے اندر جاگزیں ہو جائے تو ایک طاقتور محرک کے طور پہ اس کی مدد سے غلط عادات سے نجات ممکن ہو سکے اسی لئے دعوت کے ابتدائی مرحلہ میں قرآن کریم ابلاغ میں عقیدہ توحید پر ہی زور دیا اور حضور نبی کریم ﷺ بھی نئے ایمان قبول کرنے والوں کی روحانی تربیت اور دلوں میں ایمان وعقیدہ کی پختگی پر توجہ فرماتے تھے مسلمانوں کی نفسیاتی تیاری کا یہ انتہائی اہم اور ضروری مرحلہ تھا تاکہ وہ نئے افکار کو قبول کرنے کے لئے مکمل طور پر آمادہ ہو جائیں۔

قدیم عادات رسوم کی اصلاح کے لئے قرآن کریم نے جو دوسرا طریقہ اختیار کیا وہ تدریج کا تھا اس اسلوب کے ذریعے بتدریج انہیں غلط عادات سے علیحد گی کے لئے تیار کیا گیا۔ شراب کے مسئلہ پر اس کی واضح مثال ملتی ہے قرآن کریم نے بیک وقت اس کی حرمت نازل نہیں کی بلکہ پہلے شراب کو ناپسندیدہ بتایا گیا کہ دلوں میں اس کے لئے نفرت پیدا ہو جائے پھر بتایا گیا کہ اس میں فائدے بہت کم اور نقصانات بہت زیادہ ہیں پھر اس کے بعد اس کی قطعی حرمت کا حکم نازل کیا گیا ارشاد ربانی ہے: { يَسْأَلُونَكَ عَنِ الْخَمْرِ وَالْمَيْسِرِ قُلْ فِيهِمَا إِثْمٌ كَبِيرٌ وَمَنَافِعُ لِلنَّاسِ وَإِثْمُهُمَا أَكْبَرُ مِن نَّفْعِهِمَا وَيَسْأَلُونَكَ مَاذَا يُنفِقُونَ قُلِ الْعَفْوَ كَذَٰلِكَ يُبَيِّنُ اللهُ لَكُمُ الآيَاتِ لَعَلَّكُمْ تَتَفَكَّرُونَ }[22]

اس کے بعد قرآن کریم نے اس سے کچھ زیادہ سخت مؤقف اختیار کیا اور شراب سے نفرت وناپسندیدگی اور نجات کی ترغیب کچھ اور سخت انداز میں کی۔ کچھ صحابہ کرامؓ نشہ کی حالت میں نماز پڑھتے ہوئے قراءت تلاوت کرتے ہوئے غلطی کر جاتے تھے تو قرآن حکیم نے نشہ کی حالت میں نماز کے قریب جانے سے روک دیا ارشاد ربانی ہے: { يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُواْ لاَ تَقْرَبُواْ الصَّلاَةَ وَأَنتُمْ سُكَارَى حَتَّىَ تَعْلَمُواْ مَا تَقُولُونَ }[23]

"اے ایمان والو جب تم نشے کی حالت میں ہو تو نماز کے قریب نہ جاؤ، نماز اس وقت پڑھنی چاہیئے جب تم جانو کہ تم کیا کہ رہے ہو"۔

قرآنی ابلاغ کا یہ تدریجی انداز دراصل وہ تیاری تھی کہ جس کے ذریعے دن کے پانچ اوقات جو شب وروز کے بیشتر حصے کو سمیٹ لیتے ہیں ان کے اندر شراب سے گریز کی مشق کی جائے اس حکم کے بعد مسلمان نفسیاتی طور پر اگلے مرحلے میں شراب سے مکمل اجتناب کے لئے تیار ہو چکے تھے ارشاد ربانی ہے: { يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُواْ إِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَيْسِرُ وَالأَنصَابُ وَالأَزْلاَمُ رِجْسٌ مِّنْ عَمَلِ الشَّيْطَانِ فَاجْتَنِبُوهُ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ--- إِنَّمَا يُرِيدُ الشَّيْطَانُ أَن يُوقِعَ بَيْنَكُمُ الْعَدَاوَةَ وَالْبَغْضَاء فِي الْخَمْرِ وَالْمَيْسِرِ وَيَصُدَّكُمْ عَن ذِكْرِ اللهِ وَعَنِ الصَّلاَةِ فَهَلْ أَنتُم مُّنتَهُونَ }[24]

"اے ایمان والو یہ شراب اور جوا اور یہ آستانے اور یہ پانسے سب گندے شیطانی کام ہیں، ان سے پرہیز کرو امید ہے کہ تمہیں فلاح حاصل ہوگی۔ شیطان تو یہ چاہتا ہے کہ شراب اور جوئے کے ذریعے سے تمہارے درمیان عداوت اور بغض ڈال دے اور تمہیں خدا کی یاد سے غافل کردے اور نماز سے روک دے پھر کیا تم ان چیزوں سے باز رہو گے"۔

قرآنی ابلاغ کا جو یہ تخصص تدریج ہے اس اسلوب نے شراب کی محبت لوگوں کے دلوں میں کمزور کردی اور اس چیز کی رغبت ورجہان کی جگہ اس کے لئے نفرت و ناپسندیدگی کا جذبہ پیدا ہو گیا جو بتدریج اپنی مطلوبہ منزل تک پوری کامیابی کے ساتھ پہنچ گیا اور جب حرمت کا حکم نازل ہوا تو مسلمانوں نے حکم سنتے ہی شراب کے مٹکے توڑ دیئے اور اس کو ترک کردیا۔ حافظ ابن حجر نے حضرت عائشہ صدیقہؓ کا ایک قول نقل کیا ہے: کہ سب سے پہلے قرآن کریم کی سورت نازل ہوئی جس میں جنت و دوزخ کا تذکرہ تھا جب لوگوں کے دلوں میں اسلام جاگزیں ہو گیا تو حلال و حرام کے احکام نازل ہوئے اگر شروع میں ہی یہ حکم دیا جاتا کہ شراب مت پیو تو وہ کہتے! کہ ہم کبھی شراب نہیں چھوڑیں گے اور اگر ان سے کہا جاتا کہ زنا مت کرو تو وہ جواب دیتے ہم ہرگز زنا نہیں چھوڑیں گے۔[25]

قرآنی ابلاغ کا یہ تخصص اور بھی بہت سے معاملات میں نظر آتا ہے مثلاً سود، کثرتِ ازدواج، غلامی کے امور اور متبنیٰ کے مسائل وغیرہ۔

قرآنی ابلاغ کے ان تخصصات و امتیازات کے علاوہ بہت سے عوامل ہیں جو قرآن کریم ابلاغ میں مد نظر رکھتا ہے اور یہ قبول حق کے ضمن میں انسانی نفسیات پر گہرے اثرات مرتب کرتے ہیں مثلاً:

1: **قول لین:** حکیمانہ استدلال ہو یا وعظ و نصیحت ہو حتیٰ کہ جدال و مناظرہ کی ہی ضرورت پیش آجائے تو بھی لازمی ہے کہ پیغام نرمی اور خیر خواہی سے دیا جائے ارشاد ربانی ہے: {إِلَّا تَذْكِرَةً لِّمَن يَخْشَى}[26]

"یہ تو بس نصیحت ہے اس کے لئے جو اپنے رب سے ڈرتا ہے"۔

2: **اعراض و قول بلیغ:** مخالفت کی بد سلیقگی، بد تہذیبی اور درشتی سے درگذر اور برداشت کرنا ضروری ہے ارشاد ربانی ہے: {فَلْيَتَّقُوا اللهَ وَلْيَقُولُواْ قَوْلاً سَدِيدًا}[27]۔ "پس چاہئے کہ وہ اپنے رب سے ڈریں اور سچی اور سیدھی بات کریں"۔

3: **تالیف قلب:** لفظی معنی ہیں ''دلوں کو ملانا'' اس سے مقصود یہ ہے کہ لوگوں کو دین کا پیغام اس طرح مائل کرکے دینا کہ ان کو لطف، محبت، امداد، اعانت اور غمخواری و ہمدردی محسوس ہو ارشاد ربانی ہے: {وَالْمُؤَلَّفَةِ قُلُوبُهُمْ}[28]

"اور وہ لوگ جن کی تالیف قلوب منظور ہو"۔

4: **استدلالی انداز:** یعنی اس استدلالی اور فطری مذہب کو عقلی انداز میں حکمت اور دانشمندی سے پھیلایا جائے ارشاد ربانی ہے:

{هَذَا بَصَائِرُ لِلنَّاسِ وَهُدًى وَرَحْمَةٌ لِّقَوْمٍ يُوقِنُونَ}[29]

"یہ بصیرت کی روشنیاں ہیں سب لوگوں کے لئے اور ہدایت اور رحمت ہے ان لوگوں کے لئے جو یقین کریں"۔

علامہ محمود شلتوت مصری رقمطراز ہیں: جہاں تک استدلال کا تعلق ہے اسلام نے نہ صرف اس کائنات میں پوری طرح غور و فکر کرنے اور تدبر سے کام لینے کی دعوت دی ہے بلکہ اس نے زمین و آسمان کائنات کے رموز و اسرار نیز اس مربوط و مستحکم نظام عالم کے متعلق بھی عقل و شعور سے کام لینے کا مطالبہ کیا ہے جس کی بدولت یہ سارا کارخانۂ حیات منظم طور پر بلا کسی خلل و انتشار کے مسلسل رواں دواں ہے جس کو دیکھ کر انسانی عقل مبہوت و حیران ہے اور اس اعتراف پر مجبور ہے کہ اس منظم اور مرتب کائنات کا جو ازل سے لے کر آج تک ہر قسم کے خلل و فساد سے محفوظ ہے ضرور کوئی ایسا زبردست خالق اور باتدبیر صانع ہے جو ہمہ وقت اس کا نگران اور نگہبان ہے۔اور جس کا علم کائنات کے ذرہ ذرہ کو حاوی اور جس کا حکم ہر شے پر جاری و ساری ہے اور یہ کہ سارا عالم کون و مکاں اس کی حکمت بالغہ اور قدرت کاملہ کا ادنی سا کرشمہ ہے۔اور جیسا کہ تمام آسمانی کتابوں، انبیاءؑ کی تعلیم اور قرآن کریم کے بار بار واضح اعلانات سے معلوم ہوتا ہے کہ ایک دن مشیت ایزدی کے مطابق یہ کارگاہ حیات درہم برہم ہو جائے گی اور نظام عالم کا سارا انتظام بکھر جائے گا اور دفعتاً قیامت آجائے گی جس کے بعد دار آخرت وجود میں آئے گا۔قرآن کریم میں قیامت کے لرزہ خیز اور حشر و نشر کے واقعات کی خبر بارہا دی گئی ہے۔[30]

5: دین میں جبر نہیں

یعنی ابلاغ و دعوۃ میں ہمیشہ یہ مدنظر رکھا جائے کہ اس معاملے میں کوئی زبردستی نہیں ہے اور نہ ہی کسی کو ہدایت یافتہ بنا دینا کسی بھی انسان کے اختیار میں ہے ارشاد ربانی ہے: {لاَ إِكْرَاهَ فِي الدِّينِ قَد تَّبَيَّنَ الرُّشْدُ مِنَ الْغَيِّ}[31]

"دین میں کوئی جبر نہیں ہے بے شک ہدایت گمراہی سے الگ ہو چکی ہے"۔

اسلام اپنی دعوت و تبلیغ اور عقائد کے تسلیم کرانے میں کسی قسم کا جبر و اکراہ نہیں رکھتا اس لئے کہ جبر و اکراہ اولاً نور ایمان کے تقاضہ اور طبعی خاصہ کے منافی ہے دوسرے یہ کہ جبر و اکراہ کا ایمان حقیقتاً ایمان نہیں ہے قرآن حکیم میں حضور نبی کریم ﷺ کو مخاطب کرتے ہوئے ارشاد فرمایا گیا :وَلَوْ شَاء رَبُّكَ لآمَنَ مَن فِي الأَرْضِ كُلُّهُمْ جَمِيعًا أَفَأَنتَ تُكْرِهُ النَّاسَ حَتَّى يَكُونُواْ مُؤْمِنِينَ[32]

"اے محمد ﷺ! اگر آپ کا رب چاہتا تو روئے زمین کے بسنے والے سب ایمان لے آتے تو کیا آپ جبر کریں گے کہ لوگ ایمان لے آئیں"۔

قرآنی ابلاغ میں کسی بھی مقام پر عقائد پہ ایمان لانے کے لئے کسی بھی ایسے خرق عادت اور مافوق الفطرت طور طریقے کو نہیں اپناتا جس سے لوگوں کو مبہوت اور دہشت زدہ کر دیا جائے قرآن کریم اسی طریقہ کا پیغام دیتا ہے کہ جس میں انسان اپنی مرضی سے ایمان و

اعتقاد کو اختیار کرے نہ کہ مجبوری اور خوف سے کرے۔ارشاد ربانی ہے :{إِن نَّشَأْ نُنَزِّلْ عَلَيْهِم مِّنَ السَّمَاء آيَةً فَظَلَّتْ أَعْنَاقُهُمْ لَهَا خَاضِعِينَ}[33]

"اگر ہم چاہیں تو آسمان سے ایسی نشانی اتار کر دکھادیں کہ ان کی گردنیں جھک جائیں"۔

اس کے معنی سے تو یہ بات صاف ظاہر ہوتی ہے کہ اللہ تعالیٰ کو باوجود قادر ہونے کے لوگوں کو جبر واکراہ سے دین حق قبول کروانا مقصود نہیں ہے بلکہ اسلام ایسے ایمان کو تسلیم کرتا ہے جس کی بنیاد نظر وفکر اور حجت ودلیل پر قائم ہو یہی وجہ ہے کہ قرآنی ابلاغ میں اسلامی عقائد کو دلائل کے ساتھ پیش کیا گیا ہے قرآن کریم میں عقیدۂ الوہیّت کے سلسلہ میں وجود وحدانیت اور قدرت وکمال کی جتنی مثالیں بیان کی گئی ہیں ان میں بارہا انسانی عقل کو غور وفکر کرنے اور باطنی شعور اور فطری وجدان کو کام میں لانے کی دعوت دی ہے۔

ڈاکٹر برہان احمد فاروقی لکھتے ہیں: قرآنی ابلاغ کی روشنی میں دعوت وہ عمل ہے جسے اتمام کو پہنچانے پر کوئی جماعت مامور ہو جس کے نتیجے میں اس جماعت کو دوام واستمرار میسر آئے جو اجتماعی ہیئتِ نوعِ انسانی کی وحدت کے اصول اور عالمگیر نظامِ فکر وعمل کی اساس پر قائم ہو، اخلاقی جدو جہد کرنے والے اور روحانی الذہن افراد پر مشتمل ہو اسے دعوت و تبلیغ ہی کے ذریعے دائمی زندگی میسر آتی ہے۔بشرطیکہ اس کے نظام فکر وعمل کی جامعیت اور ہمہ گیری زندگی کے منفرد اور مجموعی تقاضوں کی تکمیل کے ضامن ہو سکے یہی وجہ ہے کہ مسلمان بحیثیت ایک قوم کے کتاب وسنت کی خلاف ورزی کے باعث ایک دور میں زوال پذیر ہوئے تو کتاب وسنت ہی کی پیروی کی بدولت پھر عروج حاصل کر گئے کبھی قرآنی نظام فکر وعمل کے ایک پہلو نے انہیں ولولہ عطا کیا کبھی دوسرے پہلو نے ایسا کیا۔غرض جس انداز کے مؤثرات، اختلال کا موجب ہوئے ان کا تدارک کیا جا سکے کبھی عقائد کے استحکام سے سیرت کی تشکیل کر کے اوامر ونواہی کا پابند کر کے، کبھی تشرع کے جواب میں بالقوۃ فطرت کو نشو نما دے کر، شریعت کے اتباع میں از سرِ نو صدق وخلوص کو پیدا کر کے دعوت وتبلیغ اور اصلاح وتجدید کی امنگ پیدا کی جاتی رہی جب تک معاشی انقلاب کی قیادت ہمارے ہاتھ میں رہی احیاء و تجدید کی مساعی بار آور ہوتی رہیں۔[34]

نتائج: (Conclusion)

قرآنی ابلاغ میں یہ مندرجہ بالا امتیازات وتخصصات اہم خصوصیت کے حامل ہیں اور اس کی فلاح کے ضامن بھی ہیں۔قرآن حکیم کا بنیادی طور پر مخاطب انسان ہے اور وہ اسی کی فلاح سے بحث کرتا ہے اور بھلائی و برائی کی تمیز کرتا ہے یہ دعوت دین کے تمام تر تقاضوں کو پورا کرتا ہے قرآن حکیم اپنے اندر علوم و فنون کی ایک دنیا سموئے ہوئے ہیں۔اس مضمون میں قرآن حکیم کے دعوتی منہج کے چند امتیازی تخصصات کے نفسیاتی پہلوؤں کو اجاگر کیا گیا کہ یہ دعوت دین میں کون سے انداز اختیار کرتا ہے جو کہ مخاطب کو نفسیاتی طور پہ متاثر کرتے ہیں۔ایک انصاف پسند غیر مسلم بھی اگر اس کتاب کا مطالعہ کرے تو وہ اس نتیجہ پر پہنچے بغیر نہیں رہ سکتا کہ اس کتاب کا مطالعہ شائد

اس کے لئے بھی اتنا ہی ضروری ہے جتنا کہ ایک مسلم کے لئے ہے۔اس کی بڑی اور بنیادی وجہ یہ ہے کہ دنیا کی تاریخ میں اور کوئی ایسی کتاب نہیں ہے جس نے انسانیت کی تاریخ پر اتنا گہرا اثر ڈالا ہو جتنا اس کتاب نے ڈالا ہے۔یہ کتاب مخاطب کو ہر انداز سے دعوت دین دیتی ہے خواہ وہ تحقیقی انداز ہو، علمی انداز ہو، عقلی انداز ہو، تحریکی انداز ہو، ترغیبی انداز ہو، ترہیبی انداز ہو، سائنسی انداز ہو، تقابل کا انداز ہو الغرض ہر طرح سے خیر و سچائی کی طرف بلاتا ہے۔اگر ہم صرف ابلاغی پہلو کو اجاگر کریں تو ہم دیکھتے ہیں کہ قرآن کریم اپنے احکامات کو نازل کرنے کے دوران کس درجہ حکمت احتیاط برتتا ہے او ر تدریج کے پہلو کو مد نظر رکھتا ہے انسان کو پہلے ذہنی طور پر تیار کر کے حکم دیا جاتا ہے خاص طور پر ان برائیوں کے ضمن میں جو کہ معاشرے میں عرصہ دراز سے رائج ہو چکی تھیں مثلاََ شراب نوشی، سود خوری، غلامی کے امور، کثرت ازدواج وغیرہ۔اس کے ساتھ ہم دیکھتے ہیں کہ قرآن کریم مختلف احکام کے سلسلے میں تکرار سے بھی کام لیتا ہے جو کہ کسی بھی انسان کے سیکھنے میں بنیادی کردار ادا کرتا ہے۔اور قرآن مجید بہت سے مقامات پر جزا اور سزا کے ضمن میں کبھی ترغیب تو کبھی ترہیب کا انداز اختیار کرتا ہے جو کہ انسان کو ذہنی و نفسیاتی طور پر اچھائی کی طرف ابھارتا اور برائی سے خوف و نفرت دلاتا ہے اس کے علاوہ قرآن کریم ماضی کے واقعات کو موعظت و نصیحت کے پیرائے میں اس انداز میں بیان کرتا ہے کہ انسان دم بخود رہ جاتا ہے اور اسی طرح مستقبل کی پیشین گوئیاں کرتے ہوئے بھی لوگوں کے یقین میں اضافہ کرتا ہے۔

حواشی وحوالہ جات

[1] المائدہ5:31

[2] مختصر صحیح مسلم، حافظ منذری، حدیث نمبر:408

[3] الاحزاب33:21

[4] الممتحنۃ60:4

[5] الانبیاء21:90

[6] السجدہ32:16

[7] البقرۃ2:81،82

[8] آل عمران3:196،198

[9] یوسف12:111

[10] سید قطب، التصویر الفنی فی القرآن، دار المعارف قاہرہ1975ء تیسر ا ایڈیشن، ص:148، 149

[11] عبد الفتاح جلال من الاصول التربویۃ فی الاسلام، المرکز الدولی التعلیم، نطیفی للکنار فی العلم العربی، جمہوریہ مصر1977، ص:94

[12] التوبۃ9:25، 26

[13] محمد عثمان نجاتی، الدکتور، القرآن وعلم النفس، دار الشروق، القاہرہ۔ مصر، الطبعۃ السابعۃ، 1421ھ۔2001م، ص:176

[14] النمل27:60، 64

[15] ھود11:25، 26

[16] ھود11:50

[17] ھود11:61

[18] ھود11:84

[19] عبد الوہاب حمودہ، القرآن وعلم النفس، دار القلم قاہرہ1962، ص:95، 96

[20] القرآن وعلم النفس، ص:97، 96و103۔105

[21] البخاری، الامام ابی عبد اللہ محمد بن اسماعیل(194ھ۔256ھ)، صحیح البخاری، دار السلام للنشر والتوزیح، الریاض، الطبعۃ الثانیۃ، ذوالحجۃ1319ھ۔ مارس1999م ،کتاب العلم، باب من اعاد الحدیث ثلاثا لیفھم عنہ، رقم الحدیث:95، ص:22

[22] البقرۃ2:219

[23] البقرۃ2:43

[24] المائدہ5:90، 91

[25] ابن حجر، الحافظ احمد بن علی العسقلانی (773ھ۔852ھ)، فتح الباری شرح صحیح بخاری، دار السلام الریاض، الطبعۃ الاولیٰ، 1421 ھ۔2000م، 48/19

[26] طہٰ20:3

[27] النساء4:9

[28] التوبۃ9:60

[29] جاثیہ45:20

[30] محمود شلتوت، الامام، الاسلام عقیدۃ وشریعۃ، دار الشروق، قاھرہ۔ مصر، الطبعۃ الثامنۃ عشرۃ، 1421ھ۔2001م، ص:21

[31] البقرۃ2:256

[32] یونس10:99

[33] الشعراء26:4

[34] ڈاکٹر برہان احمد فاروقی، منہاج القرآن، ادارۂ ثقافت اسلامیہ: لاہور، 1986ء، ص:240، 241